بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بدعت کے حق میں

مولانا نعمانیؒ کے

دلائل کا جائزہ

تالیف:

مولانا ریاض احمد خاں

❀❀❀❀❀❀❀

پیشکش:

ادارہ عوۃ القرآن

۵۹۔محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۳ ☆ فون: ۲۳۴۶۵۰۰۵

پہلا ایڈیشن: ۲۰۰۰

نومبر ۲۰۰۸ء

قیمت: ۱۲ روپے

Rs./- 12

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

بدعت کے حق میں مولانا نعمانی کے دلائل

کا جائزہ

محترم مولانا منظور نعمانیؒ صاحب کو ایک زمانے تک تصوف کے مخصوص طریقوں کی شرعی حیثیت کے بارے میں خلجان اور تردد تھا، وہ انہیں اپنے قرآن وسنت کے علم وفہم کی رو سے اور صحابہ و تابعین کے تعامل کی روشنی میں بدعت اور گمراہی سمجھتے تھے۔ جو اپنی مخصوص حدود و قیود کے ساتھ قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہیں۔

لیکن حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خانقاہ میں حاضری اور ان سے گفتگو کے بعد، محترم مولانا نعمانیؒ کو اپنے قرآن وسنت کے علم وفہم کی غلطی کا احساس ہوا، اور انہوں نے اپنی اس غلطی کے اعتراف اور اس سے اظہار برأت کیلئے ''تصوف کیا ہے'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں محترم نے ان لوگوں کو جو عبادات واذکار میں صوفیاء کے نئے طریقوں واضافوں کو بدعت سمجھتے ہیں، انہیں قرآن وسنت کے علم وفہم کے اعتبار سے، سطحی قسم کے مغالطے کا شکار اور انبیاء کے طریق تعلیم اور اصولِ تشریع سے نابلد قرار دیا۔

جب کہ حقیقت واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ محترم مولانا نعمانی، حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کے بعد، خود دین میں عبادات کی حیثیت کے بارے میں مغالطہ کا شکار ہوگئے۔ شاہ صاحب سے ملاقات سے پہلے، ان کا قرآن وسنت کا علم وفہم صحیح اور حق تھا۔ کیوں کہ عبادت کے منصوص، ممنوع اور غیر اجتہادی دائرے میں، صوفیاء کے جن نئے طریقوں اور اضافوں کو بدعت کے بجائے، سنت ثابت کرنے لئے، مولانا نعمانی نے جن شرعی دلائل کا سہارا لیا ہے وہ سارے دلائل، معاملات کے مباح اور اجتہادی دائرے سے متعلق ہیں۔ عبادات کے دائرے سے ان کا قطعاً کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

دین میں عبادات ومعاملات کے یہ دونوں دائرے باہم خلط ملط نہ ہوں۔اور کوئی مجتہد، انکے بارے میں، مغالطہ کا شکار نہ ہو، اس کے لئے فقہاء امت نے، اجتہاد کی غرض سے، دین کو...... عبادات ومعاملات کے............ دوحصوں میں تقسیم کیا ہے۔عبادات کا دائرہ غیر اجتہادی ہے،جس میں ہر نئی چیز ممنوع یعنی بدعت اور گمراہی ہے۔ جب کہ معاملات کا دائرہ اجتہادی ہے،جس میں ہر نئی چیز مباح یعنی جائز ہے۔ بشرطیکہ قرآن وسنت کے عمومی اصولوں اور حدود کے خلاف نہ ہو۔دونوں کا فقہی قاعدہ کلیہ الگ اور جدا ہے۔(ان الاصل فی العبادات الحظر والمنع ۔) عبادات کے دائرے کی اصل،منع اور احتیاط ہے۔

(ان الاصل فی العادات و المعاملات الاباحة)عادات ومعاملات کے دائرے کی اصل،اباحت اور جواز ہے۔

مولانا کی یہ کتاب، دین کے بنیادی فہم اور تصور سے بحث کرتی ہے،اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ تفصیل کے ساتھ ان کے دلائل کا قرآن وسنت کی روشنی جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ مولانا کا علم وفہم پہلے صحیح تھا یا بعد میں صحیح ہوا۔مزید تفصیلی دلائل کے لئے ہمارے کتابچوں ”دین اسلام میں بدعت اور اجتہاد کا حقیقی محل“،”مسنون اذکار ونوافل“ ”بدعت کی پہچان“ اور ”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کا شرعی حکم“ کا مطالعہ مفید ہوگا۔اس مقصد کیلئے ضروری ہے کہ اس بحث وگفتگو کے ضروری اور متعلق حصے نقل کردیئے جائیں جو مولانا اور شاہ صاحب کے درمیان ہوئی ہے۔ چنانچہ مولانا نعمانیؒ نے ذاکرین کے جہری اور ضربی ذکر پر اپنا تردد اور خلجان،شاہ صاحب سے یوں بیان کیا۔

”میں نے ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت! ساری عمر دین کے بارے میں جو کچھ پڑھا ہے اور کتابوں میں جو کچھ دیکھا ہے اس سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ اصل دین صرف وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے لائے تھے اور جس کی تعلیم آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دی۔اور ان سے بعد والوں نے سیکھا۔اور صحیح نقل وروایت کے ساتھ جو ان سے ہم تک پہنچا۔اور یہ حضرات ذاکرین جس

طرح جہری اور ضربی ذکر کررہے ہیں جہاں تک اپنا علم ہے نہ تو رسول اللہ نے صحابہ کرامؓ کو تعلیم فرمایا تھا اور نہ صحابہ کرامؓ نے تابعین سے اس طریقے پر ذکر کرایا۔اور نہ تابعین نے اپنے بعد والوں کو یہ طریقہ بتلایا تھا اس لئے اس ذکر کے بارے میں مجھے خلجان ہے۔“(تصوف کیا ہے۔“ص ۴)

مولانا سے دین کی اس وضاحت ،تعریف اور سوال کو سن کر مولانا رائے پوری خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا تو مولانا نعمانیؒ نے اپنے خلجان وسوال پر خود ہی غور وفکر کرنا شروع کردیا کہ کہیں مجھ سے بدعت کا مفہوم سمجھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہورہی ہے اور پھر موصوف کو ان کے غور وفکر نے کس نتیجہ پر پہنچایا اس کو وہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

”تصوف کے ان خاص اعمال واشغال کو،مثلاً ذکر ومراقبہ کے ان مخصوص طریقوں کو، جو مشائخ نے تجویز کئے ہیں اور جو اپنی حدود وقیود اور اوضاع کے ساتھ سنت سے ثابت نہیں ہیں، میرا بدعت سمجھنا اگر صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ،حضرت شاہ ولیؒ اللہ، حضرت سید احمد شہیدؒ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان سے پہلے ان جیسے بہت سے حضرات کو مجدد یا مصلح نہیں، بلکہ بدعات کا حامی اور بدعات کا رواج دینے والا ماننا پڑے گا“۔

”بے شک مجدد نبی کی طرح معصوم اور صاحب وحی تو نہیں ہوتا لیکن وہ بدعات کا داعی اور مروج بھی نہیں ہوسکتا۔“(تصوف کیا ہے ص ۹)

غور وفکر کے نتیجے میں اس نکتے پر پہنچ جانے کے بعد موصوف نے دوبارہ مولانا رائے پوری سے یہ سوال کیا؟

”میرے دل ودماغ نے یہ تو مان لیا کہ تصوف کے ان اعمال واشغال کے بارے میں جو،اب تک میں نے سمجھا ہے غالباً وہ صحیح نہیں ہے اور اس میں کوئی غلط فہمی ہورہی ہے۔لیکن ابھی تک اس غلطی کو نہیں پکڑ سکا ہوں؟“(تصوف کیا ہے ص ۱۱)

مولانا کے اس اظہار مدعا پر شاہ صاحب مسکرائے اور فرمایا۔”مولوی صاحب! آپ کو یہی تو

شبہ ہے کہ یہ چیزیں بدعت ہیں ۔ یہ بتلایئے کہ بدعت کی تعریف کیا ہے؟'' مولانا نعمانی کہتے ہیں کہ '' میں نے عرض کیا۔ بدعت کی تعریف تو علماء نے کئی طرح سے کی ہیں۔لیکن جو زیادہ منقح اور محقق معلوم ہوتی ہے وہ یہی سیدھی سی تعریف ہے کہ دین میں کسی ایسی چیز کا اضافہ جس کے لئے شریعت میں کوئی دلیل نہ ہو'۔............ یہ سن کر مولانا رائے پوری نے فرمایا............

'' ہاں ٹھیک ہے لیکن یہ بتلایئے کہ اگر دین میں کوئی چیز مقصود اور مامور بہٖ ہو اور اللہ تعالیٰ و رسول اللہ نے اس کا حاصل کرنا ضروری قرار دیا ہو۔لیکن کسی وقت، زمانے کے حالات بدل جانے کی وجہ سے وہ اس طریقے سے حاصل نہ کی جاسکتی ہو، جس طریقے سے نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام کے زمانے میں حاصل ہوجایا کرتی تھی، بلکہ اس کے واسطے کوئی اور طریقہ استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو کیا اس نئے طریقے کے استعمال کو بھی آپ دین میں اضافہ اور بدعت کہیں گے۔''...........

'' مثلاً دین سیکھنا اور سکھانا ضروری ہے اور دین میں اس کا نہایت تاکیدی حکم ہے اور آپ جانتے ہیں کہ رسول ﷺ اور صحابہؓ کے زمانے میں اس کیلئے صحبت کافی ہوجاتی تھی۔...........لیکن بعد میں حالات ایسے ہو گئے کہ صحبت اس مقصد کیلئے کافی نہیں رہی ، بلکہ کتابوں اور مدرسوں کی ضرورت پڑ گئی، تو اللہ کے بندوں نے کتابیں لکھیں اور مدرسے قائم کئے اور اس کے بعد سے دین کی تعلیم اور تعلم کا سارا سلسلہ اسی سے چلا اور اب تک اس پر قائم ہے'...........'' تو کیا تعلیم اور تعلم کے طریقے میں اس تبدیلی کو بھی دین میں اضافہ اور بدعت کہا جائے گا؟''

محترم مولانا نعمانی کہتے ہیں کہ:

'' میں نے عرض کیا۔نہیں! دین میں اضافہ جب ہوتا جب کہ مقصود اور امر شرعی بنا کر کیا جائے، لیکن اگر کسی دینی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے قدیمی طریقے کے ناکافی ہوجانے کی وجہ سے کوئی نیا جائز طریقہ اختیار کرلیا جائے تو اس کو دین میں اضافہ نہیں کہا جائے گا۔ اور نہ وہ بدعت ہی ہو گا۔''(ایضاص ۱۲)

...........مولانا رائے پوری نے فرمایا! '' بس سلوک کے جن اعمال واشغال پر آپ کو بدعت ہونے کا شبہ ہے ان کی نوعیت بھی یہی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی مقصد سمجھ کر نہیں کی جاتی، بلکہ یہ سب نفس کے تزکیہ کے لئے کرایا جاتا ہے جو دین میں مقصود اور مامور بہٖ ہے''.................'' لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دین کی تعلیم وتربیت کی طرح یہ ایمانی کیفیات بھی آپ ﷺ کی صحبت ہی سے حاصل ہوجایا کرتی تھیں اور حضور ﷺ کے فیضان صحبت سے صحابہ کرامؓ کی صحبتوں میں یہ تاثیر تھی، لیکن بعد میں ماحول کے بگڑ جانے کی وجہ سے اس مقصد کے لئے کاملین کی صحبت بھی کافی نہیں رہی تو دین کے اس شعبے کے اماموں نے ان کیفیات کے حاصل کرنے کے لئے صحبت کے ساتھ ذکر وفکر کی کثرت'' کا اضافہ کیا۔اور تجربہ سے یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی۔''(ایضاً ص ۱۴)

مولانا رائے پوری سے اپنی اس گفتگو کو نقل کرنے کے بعد، مولانا نعمانیؒ نے ان کی گفتگو کے نکات کی جو تفصیلی وضاحت کی ہے اس کے اہم نکات اور دلائل یہ ہیں۔

'' رہے تصوف کے خاص اعمال واشغال تو میں صراحت کے ساتھ لکھ چکا ہوں کہ یہ اس کے وسائل و ذرائع ہیں اور اس قسم کے ذرائع ووسائل کے متعلق نبوی طریق تعلیم اور اصول تشریع کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی تصریح وتعیین نہ کی جائے۔تاکہ ہر زمانے اور حالات کے مطابق جو جائز وسائل وذرائع مناسب سمجھے جائیں انہیں اختیار کرلیا جائے۔اس میں تصوف کی کوئی خصوصیت نہیں، بلکہ دین کے دوسرے شعبوں کا حال بھی یہی ہے۔''(ایضاً ص ۴۸)...........'' غور فرمایا جائے کہ دین سیکھنا اور اس کو سکھانا دین کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔لیکن کتاب وسنت میں اس کے طریقے کی کوئی تعیین نہیں کی گئی ہے''......'' اسی طرح قرآن مجید کی حفاظت واشاعت امت کا کتنا اہم فریضہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق بھی یہ نہیں بتلایا کہ تم اس کے لئے فلاں فلاں طریقے اختیار کرنا۔'' ایضاً ص ۴۹)

...........'' پس یہ خیال کہ جو چیز دین میں اہم ہو، اس کے ذرائع ووسائل کی تصریح اور تعیین بھی کتاب وسنت میں ہونی چاہئے اور امت کی قیامت تک کی دینی ضروریات کے متعلق تفصیلی اور جزئی

ہدایات، تصریح اور تعیین کے ساتھ ہمیں کتاب وسنت میں ملنی چاہئے، بہت ہی سطحی قسم کا مغالطہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے طریق تعلیم اور اصول تشریع سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔'' (ایضاً ص ۵۰)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اور محترم مولانا نعمانی صاحب نے نفلی اذکار و عبادات میں اضافے کی بدعت کو سنت ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیئے ہیں ان کو چار بڑے عنوانات میں ہم تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ بدعت کے حق میں جمع قرآن اور تعلیم دین کے لئے صحابہؓ وسلفؒ کے نئے طریقوں سے استدلال۔

۲۔ بدعت کے حق میں، مقصد اور وسائل کے فرق سے استدلال۔

۳۔ بدعت کے حق میں نبی کریم ﷺ کی صحبت کی محرومی سے استدلال۔

۴۔ بدعت کے حق میں بزرگان دین کے اسوہ و اعمال سے استدلال۔

جمع قرآن وتعلیم دین کیلئے صحابہ کرامؓ وسلف کے نئے طریقوں سے استدلال

دین میں عبادت کی مخصوص حیثیت

مولانا لاعلمی کی بنیاد پر یا قصداً عبادت کے فریضے کو اور جمع قرآن اور تعلیم دین کے فرائض کو یکساں اہمیت کا حامل فریضہ تصور کرتے ہیں اس کے جاننے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لیکن دین اسلام میں عبادت کے فریضے کی ایک مخصوص ومنفرد حیثیت ہے جو دین کے کسی بھی دوسرے فریضے کو حاصل نہیں ہے۔ چند تقابلی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

عبادات ارکان دین ھیں

عبادات دین کا ایک اہم ترین رکن ہے جب کہ جمع قرآن اور تعلیم دین کے فرائض کو یہ حیثیت اور مقام حاصل نہیں ہے۔

عبادات وسیله بھی ھیں اور مقصد بھی

عبادات وسیلہ وذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ، بجائے خود مقصد بھی ہے، جب کہ تحفظِ قرآن اور تعلیم دین مقصد نہیں بلکہ مقصد کے حصول......یعنی تحفظ دین اور اس کی تبلیغ...... کے صرف وسائل و ذرائع ہیں اسی لئے ان میں طریقے وضابطے کی تبدیلی، مقصد کی تبدیلی کا ہم معنی نہیں ہے کیوں کہ ان فرائض کا تعلق عبادات کے دائرے سے نہیں، بلکہ معاملات کے دائرے سے ہے اور ان کی ادائیگی میں اللہ کی رضا کا تعلق، مقصد کے حصول سے وابستہ ہے طریقے وضابطے کی پابندی سے نہیں۔

عبادات شعائر دین ہے جب کہ تحفظ قرآن وتعلیم دین کے فریضے کو یہ مقام حاصل نہیں ہے اور اسی وجہ سے ان میں طریقے وضابطے کی تفصیلات کا تعین بھی نہیں ہے۔

عبادت فرض عین ھے

عبادت ہر مؤمن پر فرض عین ہے قصداً ترک کرنے والا، اللہ کے غضب کا مستحق قرار پائے گا۔ جب کہ قرآن کی حفاظت اور تعلیم دین کے فرائض، فرض عین کے بجائے فرض کفایہ ہیں۔ ان کو قصداً ترک کرنے والا۔ اجر وبلندی درجات سے تو یقیناً محروم رہے گا لیکن دین اسلام میں ایسے شخص کے لئے کوئی سزا اور وعید نہیں ہے۔

عبادت کا طریقه منصوص ھے

عبادت کو اللہ اور رسول کے سکھائے ہوئے طریقے پر ادا کرنے کا نہایت واضح اور صریح حکم قرآن واحادیث میں موجود ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ۔ (بقرہ۲۳۹)

''پس تم اللہ کی عبادت وذکر اس طرح کرو، جیسے اس نے تم کو سکھایا ہے۔''

فَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ (بقرہ۱۹۸)

''پس تم اس کا ذکر اس طریقے پر کرو جیسا اس نے (اللہ) تم کو سکھایا و دکھایا ہے۔

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّي۔ (بخاری)

''اس طریقے پر نماز پڑھو، جس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو''۔

خُذُوْا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ ۔ (نسائی)

''تم اپنی عبادت کے طریقے مجھ سے سیکھو اور حاصل کرو''۔

جب کہ تحفظ قرآن اور تعلیم کے فرائض کی ادائیگی کے لئے، طریقے وضابطے کی صراحت کرنے والا کوئی حکم، قرآن وسنت رسول اللہ میں موجود نہیں ہے۔ اور نہ حضور ﷺ نے انہیں اپنے ہی طریقے پر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا اعتراف مولانا محترم کو بھی ہے۔

عبادت میں نئے طریقے کے بدعت ہونے پر جمع قرآن میں نئے طریقے کے محمود ہونے پر صحابہؓ کا اجماع

قرآن وسنت کے انہیں احکام وہدایات کی بناء پر، صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ عبادت خواہ فرض ہو یا مستحب، اس کی ادائیگی میں نبی کریم ﷺ کے طریقہ عبادت سے معمولی انحراف اور اس پر اضافہ بدعت وضلالت ہے۔ جب کہ وہ صحابۂ کرام ہی ہیں جن کا اس بات پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ تحفظ قرآن وتعلیم دین کے فرائض کی ادائیگی میں، نبی کریم ﷺ کے طریقے سے مختلف اور الگ، نیا طریقہ بدعت وضلالت کے بجائے، خیر اور پسندیدہ ہے جس کے خیر ومحمود ہونے پر، حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ دونوں نے اللہ کی قسم کھائی ہے۔ (ھو واللہ خیر) اللہ کی قسم! یہ (نیا طریقہ خیر ہے) حضرات شیخینؓ کے اس فہم وموقف سے، تمام صحابہؓ اور پوری امت کا مکمل اتفاق ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔ مزید یہ کہ پوری امت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ خلفائے راشدینؓ کی سنت وطریقہ بھی، حضور کی سنت وطریقے کے مانند ہے نہ کہ بدعت۔ اس لئے تحفظ قرآن کے لئے، ان کے اختیار کردہ نئے طریقے کو بدعت قرار دینا۔ اور اس سے عبادت میں نئے طریقے وبدعت کے جواز پر استدلال کرنا غلط اور ناجائز فعل ہے اور ساتھ ہی خلفائے راشدینؓ کے فہم دین کی مخالفت بھی۔

تعلیم دین کے فریضے کا مقام دین میں کیا ہے

اس نکتے پر امام شاطبیؒ کی رائے

تعلیم دین کے فریضے کی دین میں کیا حیثیت ومقام ہے اس کی بحث کے بعد امام شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ اس میں نیا طریقہ بدعت نہیں ہے۔

''بہر حال، رہا درس وتعلیم دین کا معاملہ، تو یہ تعبدی امور (یعنی عبادت) سے متعلق یا اس سے مربوط نہیں ہے۔ اس لئے کوئی شخص یہ نہ سمجھے اور کہے کہ ان میں نئے طریقے بدعت ہیں۔''

خلفائے راشدین کا طریقہ سنت ہے بدعت نہیں

عبادت، تحفظ قرآن اور دین کے دوسرے فرائض وعلوم میں، خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کے اختیار کردہ، مختلف مؤقف اور طریقوں کی دین اسلام میں کیا حیثیت ہے اسے امام شاطبیؒ یوں واضح کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے امت کو یہ تاکیدی حکم دیا ہے کہ'' تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدینؓ کی سنت وطریقے کی اتباع فرض ہے، اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ اور نئے طریقوں سے بچو۔ کیوں کہ ہر نیا طریقہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔'' (حدیث) حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خلفائے راشدین کی سنت کو اپنی سنت سے ملحق کر کے دونوں کی اتباع کو فرض قرار دیا ہے اس لئے خلفائے راشدین کا نکالا ہوا نیا طریقہ سنت ہوگا، بدعت ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے خلفائے راشدینؓ کی طرف بدعت کے انتساب سے، اللہ کی پناہ طلب کرو۔ کیوں کہ یہ حدیث، اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت بھی بالکل حضور ﷺ کی سنت کی طرح ہے۔ اور اس کی دلیل شرع سے ثابت ہوگئی کہ ان کا ہر نیا طریقہ بدعت کے بجائے سنت ہے۔ مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ نے انکارِ بدعت سے بالکل متصل اپنی اور اپنے خلفاء راشدینؓ کی اتباع کا مطلق حکم دیا ہے۔ اس وجہ سے اگر خلفائے راشدینؓ کے نئے طریقوں کو بدعت کہا جائے گا تو اس سے حدیث کے مضمون میں تضاد وتصادم پیدا ہو جائے گا۔'' (الاعتصام جلد ۱ ص ۱۴۷)

بات صرف تضاد ہی کی نہیں، بلکہ تضاد بھی کیسا، جس سے، معاذ اللہ نبی کریم ﷺ پر بھی بے اعتمادی پائی جائی گی، کہ نعوذ باللہ، حضور ﷺ پر بھی یہ راز مخفی تھا کہ آپ ﷺ اپنی سنت کے ساتھ، جن خلفائے راشدینؓ کی سنت کے اتباع کا مطلق حکم دے رہے ہیں وہی لوگ، اسی بدعت کے بدترین جرم کا ارتکاب کرنے والے ہیں، جس سے پوری امت کے ساتھ ان کو آپ ﷺ نے منع وخبردار کیا تھا اور جسے آپ ﷺ نے ضلالت کہا تھا۔ اور خلفائے راشدینؓ کے فہم دین کی توہین اور مخالفت بھی، کہ انہوں نے دین میں اسی بدعت کی ابتداء کی، جس سے حضور ﷺ نے ان کو روکا تھا اور جسے آپ نے ضلالت کہا تھا۔

اس مختصر تقابلی مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحفظ قرآن اور تعلیم دین کے لئے صحابہ کرامؓ اور سلفؒ کے نئے طریقوں کو بدعت قرار دینا، اور مطلق نفلی عبادات میں صوفیاء کرام کے نئے اضافوں کے لئے، ان سے دلیل شرعی کا کام لینا کتنا غلط ہے اور اس کے کس قدر خطرناک منطقی نتائج نکلتے ہیں؟ اور مولانا نعمانیؒ کے اس طعنے (یعنی سطحی قسم کا مغالطہ اور انبیاء علیہ السلام کے طریق تعلیم اور اصول تشریع سے ناواقفیت) کی زد، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ تک جا پہنچتی ہے کہ یہ سب لوگ بدعت کی پہچان میں مغالطے کا شکار تھے اور ساتھ ہی انبیاء کے طریق تعلیم اور اصول تشریع سے (نعوذ باللہ) نابلد بھی۔

بدعت کے حق میں مقصد اور وسائل کے فرق سے استدلال

عبادات کے دائرے میں مقصد اور وسیلے کی تفریق نا ممکن ہے

عبادات میں اضافہ، مقصد اور امر شرعی کی حیثیت سے کیا جائے تو بدعت ہے، اور اگر اضافہ وسیلہ اور ذریعہ کی حیثیت سے ہو تو بدعت نہیں ہے، ایک غلط اور بے بنیاد دعویٰ ہے۔ کیوں کہ عبادت کے دائرے میں مقصد اور وسیلے کی یہ تفریق و امتیاز ایک مغالطہ اور خیال آرائی تو ہو سکتا ہے، لیکن عمل کی دنیا میں کسی بھی وسیلے و ذریعے کو کوئی شخص صرف اس وقت اختیار کرتا ہے، جب وسیلے و ذریعے

کے تعلق سے اس کا پختہ خیال اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو اختیار کئے بغیر وہ اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا۔ مقصد کے حصول کے لئے وسیلہ و ذریعہ کی اس اہمیت سے، وسیلہ فی نفسہٖ مقصد بن جاتا ہے۔ اور ایسی صورتِ حال میں وسیلہ کو مقصد سے الگ کر دینا محال ہی نہیں، بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فقہ اسلامی کا یہ مشہور فقہی اصول بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، کہ جب کسی واجب کی ادائیگی، کچھ مخصوص وسائل و ذرائع پر موقوف ہو جائے تو وہ وسائل و ذرائع بھی واجب کا مقام حاصل کر لیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

مَالًا یتم الواجب الا به فهو واجبٌ ۔

''یعنی واجب کی ادائیگی جب کسی وسیلہ پر موقوف ہو جائے تو وہ وسیلہ بھی واجب ہو جاتا ہے''۔

وسائل و ذرائع کی جس دلیل سے، صوفیاء کے یہ نئے طریقے و اضافے، اسلامی عبادات کا جزو حصہ بنائے جا رہے ہیں اور ان پر عبادات کے مقصد......یعنی تزکیۂ نفس......کا حصول موقوف مانا جا رہا ہے اور یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ مصالح مرسلہ کے فقہی اصول کی رو سے، صوفیاء کے یہ نئے طریقے و اضافے بدعت نہیں، بلکہ تزکیۂ نفس کے مقصد کے حصول کے لئے صرف وسیلہ و ذریعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورتِ حال میں اسی دلیل سے صوفیاء کرام کے یہ نئے طریقے و اضافے واجب کا درجہ و مقام حاصل کر لیں گے اور ان کی ادائیگی واجب کی ہی طرح لازمی وضروری قرار پائے گی۔ اللہ کے عائد کردہ فرائض و واجبات اور صوفیاء کی ان اضافی عبادات میں عمل کے اعتبار سے تفریق ناممکن ہو جائے گی۔ اس لئے عبادات کے دائرے میں مقصد و وسیلہ کے فرق کی دلیل ایک ذہنی ونظری مغالطہ اور خیال آرائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

عبادت کو صرف وسیلہ و ذریعہ قرار دینا، قرآن کے خلاف ہے

اسلامی عبادات جہاں، ایک طرف وسیلہ و ذریعہ ہیں تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کے حصول کا، تو وہیں دوسری طرف، اسلام کا رکن ہونے کی وجہ سے بجائے خود مقصد بھی ہیں۔ قرآن کی آیت، وَمَا

خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ...... میں عبادات کے فی نفسہٖ مقصد ہونے کی صراحت ہے تو آیت ...... **اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوة** .... میں عبادات کو وسیلہ وذریعہ بتایا گیا ہے۔اس لئے عبادات کے دائرے میں مقصد اور وسیلہ وذریعہ کی تفریق قرآن کے خلاف ہے۔

بالفرض عبادت کے دائرے میں، مقصد اور وسائل وذرائع کی یہ خیالی تقسیم اگر صحیح ہے تو بتایا جائے کہ شرک وبدعت کی وہ کون سی قسم ہے؟ جسے کوئی مشرک یا بدعتی وسیلہ وذریعہ کے بجائے، مقصد اور امر شرعی کی حیثیت سے اختیار کرتا ہے۔مشرکین مکہ اپنی مشرکانہ عبادت کو، اور نصاریٰ نے اپنی بدعات کو، تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کے مقصد کے حصول کے لئے، وسیلہ وذریعہ کی حیثیت سے ہی ایجاد واختیار کیا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی خودساختہ تاویلات اور دعوؤں کا اعتبار نہیں کیا، بلکہ حقیقت کا اعتبار کر کے ان کو شرک وبدعت کا مجرم قرار دیا۔چنانچہ مشرکین مکہ کے اس دعوے کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔

''ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی کرادیں۔''

قرآن کے اس بیان سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ مشرکین مکہ، بتوں کی عبادت، مقصد کی حیثیت سے نہیں، بلکہ تقرب الی اللہ کے مقصد کے حصول کے لئے وسیلہ وذریعہ کی حیثیت سے کرتے تھے۔ لیکن قرآن ان کے اس فعل کو شرک قرار دیتا ہے اور عبادت کے دائرے میں ان کی مقصد ووسیلہ کی اس دلیل کو ناقابل قبول قرار دیتا ہے۔کیا قرآن کی اس نہایت واضح دلیل کے بعد بھی کسی اور دلیل کی حاجت باقی ہے؟

یہ ہیں وہ دلائل جن سے عبادات کے دائرے میں، مقصد ووسیلہ کی تقسیم وتفریق کے ذہنی مغالطے اور استدلال کی غلطی واضح ہوجاتی ہے، جس کا سہارا لے کر مولانا نعمانیؒ، عبادت میں نئے طریقوں کو بدعت کے بجائے، سنت ثابت کرتے ہیں۔

بدعت کے حق میں نبی کریم ﷺ کی صحبت کی محرومی سے استدلال

استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ تزکیۂ نفس، جو دین میں مقصود اور مامور ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دو طرح سے حاصل ہوتا تھا۔ایک حضور ﷺ کی صحبت، دوسرے اعمال عبودیت۔نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد، صحبتِ نبی ﷺ کے خلاء کو پورا کرنے کے لئے، اس میدان کے ماہرین..........صوفیاء کرام..........نے دین کے دوسرے شعبوں کی طرح، قیاس و اجتہاد کے ذریعہ، عبادات واذکار میں اضافہ کیا۔اور تجربہ سے یہ اضافہ مفید بھی ثابت ہوا۔اس لئے تزکیۂ نفس جیسے مقصود بہ اور مامور بہ مقصد کے حصول کے لئے کیا گیا۔یہ اضافہ بدعت نہیں، بلکہ مستحسن اور محمود ہے۔آیئے غور کریں کہ قرآن وسنتِ رسول کی روشنی میں اس استدلال کی حقیقت کیا ہے؟

قرآن کریم میں حضور ﷺ کی بعثت کے جو مقاصد بیان ہوئے ہیں ان میں ایک مقصد، تزکیۂ نفس کے حصول کے لئے عبادت کے طریقے کی تعلیم بھی ہے۔(**وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ**) ۔اور تمہیں......عبادت کے......وہ طریقے سکھاتا ہے جسے تم نہیں جانتے تھے۔صوفیاء اور مولانا نعمانی کے صحبتِ نبی ﷺ کے خلا کے مفروضے کی وجہ سے، عبادات میں اضافے کے استدلال کو، اگر درست اور صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ درج ذیل ہے کہ:

نبی کریمؐ کی صحبت کی محرومی کے مفروضہ استدلال سے،
دین اور حضورؐ دونوں کی ثقاہت مجروح ہوتی ہے۔

دین، علمی اور عملی حیثیت سے قیامت تک کیلئے نعوذ باللہ، کامل اور آخری دین نہیں ہے۔کیوں کہ اگر یہ کامل، جامع اور آخری دین ہوتا تو اس کے سب سے اہم اور بنیادی شعبے، عبادات میں اضافے ونئے طریقے کا سوال نہیں پیدا ہوتا؟ یا اگر یہ تسلیم کریں کہ دین تو کامل وجامع بھی ہے اور

قیامت تک کے لئے آخری ہدایت نامہ بھی، تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ نبی کریم ﷺ نے نعوذ باللہ دین کی تبلیغ و تبیین کے فرض منصبی کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اپنی صحبت کے اٹھ جانے کے بعد کے زمانوں وحالات کے لئے کوئی اسوہ یا ہدایت نہیں چھوڑی۔ یا اگر یہ دونوں باتیں فی الحقیقت، نصوص قرآن و سنت کے خلاف ہیں تو پھر لازماً صوفیائے کرام اور مولانا نعمانیؒ کا صحبتِ نبی ﷺ کے خلا کو پورا کرنے کے لئے، عبادات میں قیاس ورائے سے اضافے کا مفروضہ باطل اور غلط ہے جس کی کوئی بنیاد اور دلیل قرآن وسنت میں نہیں ہے۔

مفروضہ استدلال کے خلاف امام مالکؒ کے دلائل

چنانچہ امام شاطبیؒ اس مفروضے کے تردید میں امام مالکؒ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

من ابتدع فی الاسلام بدعة، یراها حسنة، فقد زعم ان محمداً صلی الله علیه وسلم خان الرساله، لان الله تعالیٰ یقول الْیوم اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (الی الایة) فمالم یکن یومَئِذٍ دینا، فلا یکون الیوم دینا"۔ (اعتصام جلد ا ص ۴۷)

"جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی جس کو وہ اچھا تصور کرتا ہے، تو گویا اس نے یہ گمان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے پیغام رسالت کی ادائیگی میں خیانت کی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ (الآیہ) پس جو چیز اس زمانے میں دین نہ تھی وہ آج بھی ہرگز دین نہیں ہوسکتی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دلائل

حضرت مجدد الف ثانی اس مفروضے کی تردید میں یہ لکھتے ہیں کہ: "روشن سنت کے نور پر بدعات کی تاریکیاں چھا گئی ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی ملت کی رونق کو نئے نئے امور کی کدورت نے ضائع کر دیا ہے۔ حیرت تو ان لوگوں پر ہوتی ہے جو ان بدعات اور محدثات کو اچھے امور تصور

کرتے ہیں اور ان بدعات کو نیکیاں سمجھتے ہیں اور دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم ان بدعات کے ذریعہ تلاش کرتے ہیں اور ان امور کی ادائیگی کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صراط مستقیم پر چلائے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ دین ان محدثات سے پہلے ہی کامل ہو چکا ہے اور نعمت الٰہی تمام ہو چکی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔" (الآیہ) پس دین کا کمال ان بدعات کے ذریعے تلاش کرنا درحقیقت اس آیت کریمہ کے مضمون سے انکار کے مترادف ہے۔ (مکتوبات حصہ ۴ ص ۹۴ مکتوب ۲۶۰)

مفروضہ استدلال کے خلاف، حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ کے دلائل

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اس مفروضہ کی تردید میں یہ لکھتے ہیں کہ: "جس طرح قرآن کے بعد نوع انسانی کی ہدایت کے لئے کسی نمونۂ علم کی ضرورت نہیں کہ وہ کسی نئی کتاب یا نوشتہ کی صورت میں نازل ہو۔ ایسے ہی نبوت کے اسوۂ حسنہ کے بعد کسی نئے نمونۂ عمل کی ضرورت نہیں ہوسکتی کہ اسے لے کر کوئی مبعوث ہو یا اختراع کر کے عمل کا کوئی نیا ڈھنگ اور نیا روپ خود سے دین میں نکالے۔ کیوں کہ اگر اس دین کے علم یا عمل میں کمی بیشی کی گنجائش ہو تو دین، دین کامل نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ قرآن وحدیث اس کے کامل اور جامع ہونے کے مدعی ہیں.......... پھر کچھ مزید بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ "اس دین کے کامل و جامع ہونے کی وجہ سے اس کے دو تقاضے نکلے۔ ایک اخلاص اور ایک اتباع، اخلاص للہ سے عقیدہ و عمل خالص ہوتا ہے۔ اور بعینہٖ وہی رہتا ہے جسے اللہ نے اپنے رسول پر اُتارا ہے۔ اور اتباع سے عقیدۂ و عمل باصواب ہوتا ہے اور ٹھیک اس نمونے کے مطابق رہتا ہے جو اس کے رسول نے کر کے دکھلایا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی دو اصلیں دین کی بقا و حفاظت اور انسان کی اصلاح وفلاح کی ضامن ہوسکتی ہیں۔ اگر ان میں کمزوری راہ پا جائے گی تو اسی حد تک ان کی ضدیں اُبھریں گی اور دین کو فاسد بنا دیں گی۔ اگر اخلاص و توحید میں کمی آئے گی تو

دین وایمان میں اسی حد تک اس کی ضد، شرک کی آمیزش ہو جائے گی''......مزید حوالوں کے بعد فرماتے ہیں کہ'' اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جیسے دین کی صلاح اور فلاح کی دو اصلیں ہیں یعنی اخلاص و اتباع۔ ایسے ہی دین کے فساد کی بھی دو اصلیں ہیں جو ان دو کی ضد ہیں یعنی شرک اور بدعت۔ پس جیسے اخلاص و اتباع کے ہوتے ہوئے دین کبھی ضائع نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی اشراک اور ابتداع کے ہوتے ہوئے دین کبھی بھی باقی نہیں رہ سکتا۔'' (راہ سنت ص ۸۰۷)

مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ غور وفکر کیا جائے۔ اور یہ معلوم کیا جائے کہ کیا نبی کریم ﷺ نے اس زمانے اور وقت کے لئے جب کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اس دنیا میں موجود نہ ہوگی، کوئی ہدایت یا رہنمائی دی ہے یا نہیں؟ اور اگر رہنمائی و ہدایت موجود ہے تو پھر صوفیاء کرام اور مولانا نعمانی ؒ کا صحبتِ نبی ﷺ کے خلا کا مفروضہ ہی بے اصل اور بے بنیاد ہو جائے گا۔ اس غرض کے لئے جب ہم سنتِ رسول کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ واضح ہدایت سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

صحبت نبیؐ کے خلا کے مفروضے کو باطل قرار دینے والی، حضورؐ کی چند احادیث

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسّکتم بھما ، کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہٖ۔ (موطا و مشکوٰۃ)

'' میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں تم ہرگز کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب، دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دنیا سے اپنی صحبت کے اٹھ جانے کے بعد، صحبت کے نعم البدل اور قائم مقام کی حیثیت سے، اللہ کی کتاب اور اپنی سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کو گمراہی و ضلالت سے حفاظت کا ضامن بتلایا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد کے زمانے میں امت کے اسی طرح

کے انتشار و اختلاف کی خبر دیتے ہوئے، جس میں امت آج کل مبتلا ہے، امت کو اختلاف و ضلالت سے بچنے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی تاکید و ہدایت اس طرح فرمائی ہے۔

فانہٗ من یعش منکم بعدی فسیریٰ اختلافاً کثیرًا، فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکو ا بھا وعضوا علیھا باالنواجذو ایاکم و محدثاتِ الامور، فان کل محدثۃٍ بدعۃ، و کل بدعۃٍ ضلالۃ۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

'' پس جو لوگ میرے بعد اس دنیا میں رہیں گے وہ بہت ہی زیادہ اختلاف سے دوچار ہوں گے۔ پس تم پر ایسی حالت میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی فرض ہے، اس پر قائم رہو، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، اور خبردار ہر نئے طریقے سے بچو کیوں کہ ہر نیا طریقہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔''

اس حدیث میں آپ ﷺ خبردار کرتے ہیں کہ میرے بعد امت میں کس طرح کا اختلاف و انتشار برپا ہوگا۔ اور لوگ کس طرح دین و عبادت میں نئی نئی بدعات کو رواج دیں گے۔ ایسے بگڑے ہوئے حالات میں امت کو خبردار کرتے ہیں کہ تم پوری قوت کے ساتھ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو پکڑے رہنا۔ کیوں کہ ایسے حالات میں میری سنت کو مضبوطی سے پکڑنا نہ صرف فرض ہوگا، بلکہ تمہاری ہدایت و نجات کا واحد ذریعہ بھی۔ خبردار تم دین میں نئے طریقے و بدعات ایجاد نہ کرنا۔ اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور اس کی سزا جہنم ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اس ہدایت کے بالکل برعکس، صوفیاء کرام اور مولانا نعمانیؒ عبادات میں اضافے اور نئے طریقوں کی بدعت کو ہدایت اور جہنم سے نجات کا وسیلہ و ذریعہ قرار دیتے ہیں!

نبی کریم ﷺ نے معاملے کی نزاکت و اہمیت کے پیش نظر، مزید متعین اور واضح علامات پر مشتمل ہدایات دیں کہ اے مسلمانو! تم میرے بعد یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے۔ اور جو گمراہیاں، جن راستوں سے ان کے اندر گھس آئی ہیں اور جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت و نصرت

سے محروم ہوکر، دنیا میں ذلیل وخوار اور اس کے غضب کا شکار ہوئے ہیں، تمہارے اندر بھی گمراہیاں ٹھیک اسی راستوں سے داخل ہوں گی۔ اور تم بھی دین وعبادت میں بالکل انہیں کی طرح کمی وزیادتی کروگے اور ویسے ہی اعمال اختیار کروگے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی لازماً اس میں گھسو گے اور بالآخر نتیجے کے طور پر، تم بھی اسی طرح گمراہ، اور اللہ کی رحمت ونصرت سے محروم ہوکر، اس دنیا میں ذلیل وخوار اور آخرت میں اس کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

لتتبعن سنن من كان قبلكم خذوا القذة، حتىٰ لو دخلوا حجر ضَبٍّ لدخلتمو، قالو ا يا رسول الله ، اليهود و النصارىٰ! قال فمن ؟(بخاری ومسلم)

’’تم یقیناً پچھلی امتوں کی پیروی کروگے۔ اور اس سے چمٹے رہوگے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی اس میں ضرور گھسوگے۔ صحابۂ کرامؓ نے پوچھا کہ کیا اس سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور کون ہوسکتا ہے۔‘‘

لَتا خذنَّ امتی! ماخذ القرون قبلها شبرًا بشبرٍ، ذراعاً وبذراعٍ قالوا فارس الروم ، قال فمن الناس الا اولٰئِکَ۔ (بخاری)

’’میری امت، یقیناً پچھلی گزری ہوئی قوموں کی پیروی واتباع بالشت کے ساتھ بالشت اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ کی شکل میں اختیار کرے گی۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا اس سے فارس وروم مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ان کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے‘‘۔

نبی کریم ﷺ کی جانب سے گمراہی کی اس واضح نشاندہی کے بعد ہمارے لئے یہ لازم و ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم یہود ونصاریٰ کی گمراہیوں کو معلوم اور متعین کر کے اس سے حتی الامکان پرہیز کریں گے۔ مسئلہ کی اہمیت تو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس پر تفصیلی غور وفکر کیا جاتا۔ لیکن طوالت کی وجہ سے ہم دونوں قوموں کی صرف ایک ایک گمراہیوں کی طرف اشارے کریں گے۔

یہود کی گمراہی کا حقیقی سبب، ان کے علماء اور عوام کا رویہ

قرآن کریم نے یہود کی گمراہی کا اصل سبب، ان کی حد سے بڑھی ہوئی دنیا کی محبت کو قرار دیا ہے، دنیا کے فائدوں کے حصول کے لئے ہی انہوں نے اللہ کے دین وشریعت میں تحریفات کیں، حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا۔ دین وشریعت کے اس حکم پر خوب عمل کرتے اور اس کی خوب تبلیغ بھی کرتے، جس سے ان کی دنیا پرستی میں کوئی خلل نہ پڑتا۔ ایک طرف اگر ان کے عوام کی تمنا اور خواہش یہ تھی کہ اللہ کا حکم اور اس کی شریعت ان کی خواہش نفس کے مطابق اور ان کے دنیوی مفادات کے تحت ہو، تو دوسری طرف ان کے علماء اور اللہ والوں کا حال یہ تھا کہ وہ عوام کی خواہش اور خود اپنی دنیا پرستی کے جواز کے لئے، اللہ کی کتاب اور اس کی شریعت کی من مانی وخود ساختہ تاویل کرتے، عجیب وغریب عقائد واعمال ایجاد کرتے اور ان ساری باطل تاویلات کے متعلق یہ فتویٰ دیتے کہ یہی اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے یا اللہ کی شریعت کا منشاء اور حکم یہی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ان کے عوام کی اس حالت کی نشاندہی، جن الفاظ میں کرتا ہے ملاحظہ ہو۔

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَايَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتَابَ اِلَّا اَمَانِيَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ۔ (بقرہ آیت ۷۸)

’’ان میں ایک گروہ امیوں کا ہے جو کتاب کا علم تو رکھتے نہیں، بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزؤں کو لئے بیٹھے ہیں اور محض وہم وگمان چل رہے ہیں۔‘‘

ان کے علماء کے بارے میں قرآن کریم جو کچھ فرماتا ہے ملاحظہ ہو۔

وَقَدۡ كَانَ فَرِيۡقٌ مِنۡهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ۔ (بقرہ آیت ۷۵)

’’ان میں سے ایک گروہ کا شیوہ ہے کہ وہ اللہ کا کلام سنتا ہے پھر خوب سمجھ بوجھ کر دیدہ ودانستہ اس میں تحریف کرتا ہے۔‘‘

ان کے علماء نے دیدہ و دانستہ جو تحریفات کیں ان میں سے ایک تحریف کو قرآن نے وعید کے انداز میں اس طرح بیان کرتا ہے۔

فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتَابَ بِاَیۡدِیۡهِمۡ ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِیَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَناً قَلِیۡلاً۔فَوَیۡلٌ لَّهُمۡ مِمَّا کَتَبَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ وَوَیۡلٌ لَّهُمۡ مِمَّایَکۡسِبُوۡنَ۔(بقرہ آیت:۷۹)

’’پس ہلاکت و تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے پاس سے آئی ہوئی ہے، تاکہ اس سے بدلے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیں۔پس ہلاکت و تباہی کا سامان ہے ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا ہوا۔اور موجب ہلاکت و بربادی ہے ان کی یہ کمائی۔‘‘

وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَاالنَّارُ ۔ اِلَّااَیَّامًا مَعۡدُوۡدَةً۔ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَاللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ ۔(بقرہ آیت:۸۰)

’’وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں سوائے اس کے کہ چند روز کی سزا مل جائے تو مل جائے۔(اے نبی ﷺ) ان سے پوچھو؟ کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے جس کی خلاف ورزی وہ نہیں کرسکتا۔یا تم اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں کہ اس نے ذمہ لیا ہے۔‘‘

نصاریٰ کی گمراہی کا حقیقی سبب

یہود اگر اپنی دنیا پرستی کی وجہ سے گمراہ ہوئے تو نصاریٰ نے ان کے بالکل برعکس، آخرت میں اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ترکِ دنیا کی بدعت ایجاد کی۔تزکیۂ نفس، اللہ کی رضا و فلاح آخرت کے جو طریقے اللہ اور اس کے رسول نے ان کو سکھلائے تھے اُنہیں ناکافی تصور کر کے ان میں بدعات اور نئے طریقوں کا اضافہ کر کے گمراہ ہوئے۔

امت کو نصاریٰ کے طریقے سے بچنے کی، حضور ﷺ کی تاکید

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نصاریٰ کی داستان عبرت بیان کر کے، اُمتِ مسلمہ کو عبادت میں تشدد اور سختی سے پرہیز کرنے کا صریح حکم دیا ہے ملاحظہ ہو:

لا تشدد و اعلیٰ انفسکم فَیُشددالله علیکم فان قوماً شددواعلیٰ انفسهم فشددالله علیهم فتلک بقایا هم فی الصوامع والدیار " رهبانیة ن ابتدعوها ما کتبنا ها علیهم ۔"(ابوداؤد مشکوٰۃ)

’’اپنے آپ پر تشدید اور سختی نہ کرو۔ورنہ اللہ تم پر سختی کرے گا۔کیوں کہ ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے ان پر سختی کی۔پس یہ گرجے اور خانقاہیں، ان کی داستانِ عبرت کی یادگاریں ہیں۔رہبانیت جو انہوں نے ایجاد کی۔ہم نے ان کے اوپر اسے فرض نہیں کیا تھا۔‘‘

گمراہی سے بچنے والوں کیلئے حضور ﷺ کی ایک اہم ہدایت

نبی کریم ﷺ نے انہیں ہدایات پر اکتفاء نہیں کیا۔، بلکہ یہ ہدایت بھی دی کہ جب میرے بعد میری امت کے عوام اور علماء کے ایک طبقے کے اندر یہود و نصاریٰ کی بیماریاں پیدا ہوں تو ان لوگوں کو جو ان گمراہیوں کے دنیوی واخروی وبال سے بچنا چاہتے ہیں انہیں کیا کرنا چاہئے۔

ما من نبی بعثهُ اللّٰهُ فی اُمتِهٖ قبلی الاکان لهٗ فی امته حواریون ، و اصحابٌ یا خذون بسنتهٖ و یقتدون بامرهٖ ثم انها تخلف من بعدهم خلوفٌ ، یقولون مالا یفعلون و یفعلون ما لا یومرون، فمن جاهدهم بیدهٖ فهو مومن، ومن جاهدهم بلسانهٖ فهو مومن ، و لیس وراء ذٰلک من الایمان حبة خِردلٍ (مسلم)

’’مجھ سے پہلے کی امتوں میں جب بھی کوئی نبی اللہ نے مبعوث کیا تو اس کے لئے اس کی امت میں مددگار اور ساتھی ہوتے تھے جو اس کی سنت اور طریقے کو پکڑتے تھے اور اس کے حکم کی اتباع کرتے تھے۔پھر ان کے بعد ان میں کچھ ناخلف پیدا ہوتے تو جو کچھ وہ کہتے اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔اور عمل وہ کرتے جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔پس جس نے ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد

کیا وہ مؤمن ہے اور جس نے ان کے ساتھ زبان سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔

تزکیۂ نفس کیلئے حضور ﷺ کا طریقہ کافی ہے

بحث وگفتگو نامکمل رہے گی اگر اس موقعہ پر حضور ﷺ کی وہ حدیث نہ نقل کردی جائے، جس میں آپ فرماتے ہیں کہ تقرب الی اللہ، جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی چیز اور عمل میں نے چھوڑا نہیں ہے جس کا حکم تم کو نہ دیا ہو۔ اسی طرح جنت سے دور اور جہنم سے قریب کرنے والی کوئی چیز ایسی باقی نہیں ہے جس سے میں نے تم کو روکا نہ ہو۔

لَیس شیٌ یقربکم الی الجنة و یباعدکم من النار الاقد امرتکم بہٖ، و لیس شیٌ یقربکم من النار و یباعدکم من الجنة الا قد نہیتکم عنہُ۔ (البیہقی فی شعب الایمان)

’’کوئی چیز اور عمل ایسا باقی نہیں ہے جو تم لوگوں کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والا ہو اور میں نے تم کو اس کا حکم نہ دیا ہو۔ اور کوئی چیز یا عمل ایسا باقی نہیں ہے جو تم کو جنت سے دور اور جہنم سے قریب کرنے والا ہو اور میں نے تم کو اس سے منع نہ کیا ہو۔‘‘

حضور ﷺ کی ان ہدایات کی روشنی میں ہونا تو یہ چاہئے تھا آپ کی صحبت کے اس دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد پوری امت اور بالخصوص علماء، عبادات و معاملات کے تمام دائروں میں حضور ﷺ کی سنت وطریقے کی کامل اتباع کو اپنا مقصد اور نصب العین بناتے، عوام کو آپ کی سنت وطریقے سے جوڑتے، اور ان کی اصلاح کی جدوجہد میں پوری مستعدی دکھاتے۔ یہود ونصاریٰ کی گمراہیوں سے پوری طرح باخبر اور ہوشیار ہوتے اور عبادات ومعاملات میں ان سے مکمل اجتناب برتتے۔ لیکن بُرا ہو شیطان کی چالوں کا کہ ہم یہود ونصاریٰ کی گمراہیوں کی نوعیت سے یکسر غافل ہیں۔ ایک طرف اگر شیطان نے ہمارے عوام کو دنیا کی حد سے زیادہ محبت میں مبتلا کر کے، دین سے

غافل اور بدعت کی لعنت میں مبتلا کر دیا، تو دوسری طرف علماء اور اللہ والوں کے ایک طبقہ کو حُبِّ دنیا کے ساتھ ساتھ، بدعت کو سنت ثابت کرنے کے کام پر لگا دیا۔ بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ عوام کے بگاڑ اور غفلت کا ذمہ دار بھی علماء اور اللہ والوں کی یہی طبقہ ہے۔

کیا نبی کریم ﷺ کی ان واضح، متعین اور تفصیلی ہدایات کی موجودگی میں، مولانا نعمانیؒ کے اس مفروضے اور مغالطے کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے کہ صحبت نبی کریم کے خلا کو پورا کرنے کے لئے تزکیۂ نفس کی غرض سے حضور ﷺ کے تعلیم کردہ، طریقۂ عبادت سے انحراف اور اس پر اضافہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہے؟

بدعت کے حق میں، بزرگان دین کے اعمال سے استدلال

مولانا نعمانیؒ کا اعترافِ حقیقت

ایک طرف قرآن وسنت کے علم کی بنیاد پر مولانا نعمانیؒ کا یہ اعترافِ حقیقت ہے کہ یہ حضرات ذاکرین جس طرح جہری اور ضربی ذکر کر رہے ہیں، جہاں تک اپنا علم ہے نہ تو رسول اللہ نے صحابۂ کرامؓ کو تعلیم فرمایا تھا اور نہ صحابہؓ نے تابعینؒ ہی سے اس طریقے پر ذکر کرایا اور نہ تابعینؒ نے اپنے بعد والوں کو یہ طریقہ بتلایا تھا۔ اس لئے اس ذکر کے بارے میں مجھے خلجان ہے۔‘‘

(تصوف کیا ہے؟ ص ٦)

علم اور حق کے خلاف بزرگان دین کے اسوہ سے دلیل

لیکن دوسری طرف اس اعترافِ حق کے باوجود، جب مولانا محترم یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے چند پسندیدہ اور محبوب بزرگان دین نے ذاکرین کے اس طرح کے ذکر پر کوئی قباحت نہیں محسوس کی ہے، بلکہ وہ اس کے داعی ومبلغ رہے ہیں تو یہ دیکھ کر، مولانا محترم، اپنے علمِ قرآن وسنت کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور ذاکرین کے اسی ذکر کو، جس کی شرعی حیثیت کے بارے میں ان کو خلجان تھا، سنت

ثابت کرنے کے لئے دلیل شرعی کی تلاش میں مصروف ہو جاتے ہیں، بھلے ہی محترم کی اس مفروضہ دلیل شرعی سے، عبادات کے دائرے میں، بدعات کا وہ مہلک دروازہ کھل جاتا ہو، جس کو بند کرنے کا، نبی کریم ﷺ، صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے پورا پورا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ مولانا اپنے علمِ قرآن وسنت کو غلط ثابت کرنے کے لئے جو دلیل دیتے ہیں وہ ملاحظہ ہو۔

''تصوف کے ان خاص اعمال واشغال کو، مثلاً ذکر ومراقبہ کے ان طریقوں کو، جو مشائخ نے تجویز کئے ہیں اور جو اپنی قیود واوضاع کے ساتھ، سنت سے ثابت نہیں، میرا بدعت سمجھنا اگر صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت اسمٰعیل شہیدؒ اور ان سے پہلے ان جیسے بہت سے حضرات کو مجدد یا مصلح نہیں، بلکہ بدعات کا حامی اور رواج دینے والا ماننا پڑے گا'' ....مزید بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ ''بے شک مجدد نبی کی طرح معصوم نہیں ہوتا۔ لیکن وہ بدعات کا داعی اور مروج بھی نہیں ہوسکتا۔ (تصوف کیا ہے ص ۹)

دلیل سے متعلق ایک سوال؟

مولانا کی اس دلیل کو دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پوری اسلامی تاریخ میں کبھی کوئی ایسا مجدد اور مجتہد بھی پایا گیا ہے، جس نے اپنے اجتہاد پر نہ تو خود عمل کیا ہو اور نہ اس کا داعی ومبلغ ہی رہا ہو؟ اگر کوئی ایسا مجتہد رہا ہے تو اس کا جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے مجتہد تو اپنی خطائے اجتہادی کا داعی ومروج بھی ہوگا اور اسی کے ساتھ معذور اور بے قصور بھی، کیوں کہ اخلاص و نیک نیتی کے ساتھ، اپنی اجتہادی خطا کو، وہ قرآن وسنت سے ماخوذ اور اس کا تقاضا مانتا ہے۔ اور اسی اخلاص کی وجہ سے وہ اللہ کے یہاں سزا کے بجائے، ایک اجر کا بھی مستحق ہوگا۔ لیکن بزرگان دین کی اجتہادی خطاؤں کو (دلیل قرآن وسنت کے علی الرغم) سنت ثابت کرنے کی کوئی ذمہ داری، کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے، بعد والوں پر عائد کی ہے؟

قرآن وسنت کی سند کے بغیر بزرگان دین کے اتباع کی حیثیت قرآن کی نظر میں

دین وعبادت کے معاملے میں، علمِ قرآن وسنت کے اتباع کے بجائے، بزرگان دین کی اتباع اور ان کے عمل سے دلیل وحجت وہی قدیم سنتِ جاہلیہ ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حیرت وناپسندیدگی کے سوالیہ انداز میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اتباع کی غرض سے، ہم نے انہیں (یعنی مشرکین کو) جو کتاب عطا کی تھی اس کی پیروی تو یہ لوگ نہیں رہے ہیں، آخر اس کتاب کے علاوہ، کیا اس سے پہلے، ہم نے ان کو کوئی اور کتاب دی تھی، جس کی سند یہ اپنے پاس رکھتے ہیں اور جسے یہ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔

اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ کِتَاباً مِّنْ قَبْلِہٖ فَھُمْ بِہٖ مُسْتَمْسِکُوْنَ ۔ (الزخرف ص ۲۱)

''کیا اس سے پہلے، ہم نے کوئی کتاب ان کو عطا کی تھی جس کی سند (اپنی ملائکہ پرستی کے لئے) یہ اپنے پاس رکھتے ہیں؟''

اللہ تعالیٰ کے اس معنیٰ خیز سوال کا جواب مشرکین نے یہ دیا کہ نہیں کوئی اور کتاب اور اس کی سند تو ہمارے پاس نہیں ہے، لیکن اپنے بزرگوں کو اس طریقے پر چلتے پایا ہے اور انہیں ایسا ہی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس لئے کتاب کے بجائے، ہم انہیں کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ مُّھْتَدُوْنَ ۔ (الزخرف ص ۲۲)

''بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔''

قرآن کا یہ انداز بیان، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کتابِ الٰہی کی سند کے بغیر، باپ دادا یا بزرگان دین کی اتباع وپیروی سے اللہ تعالیٰ راضی وخوش نہیں ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد۔

اس بات کو نبی کریم ﷺ اس طرح واضح کرتے ہیں۔

لَاطَاعةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ۔(الحدیث)

''خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں''۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد۔

حضرت عمرؓ، ائمہ دین کی اجتہادی خطاؤں کو سنت نہ بنانے کی تاکید، امت کو اس طرح کرتے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوا خَطَا الرَّایَ سُنَّۃً لِلْاُمَّۃِ۔(تفہیمات جلد ا ص ۱۱۱)

''رائے واجتہاد کی غلطی کو امت کے لئے سنت نہ بناؤ۔''

حضرت علیؓ کا ارشاد۔

اشخاص کو دین کے معاملے میں معیار وحجت نہ بنانے کی تاکید، حضرت علیؓ یوں کرتے ہیں۔

اِیَّاکُمْ وَالْاِسْتِنَانِ بِاالرِّجَالِ۔(الاعتصام جلد ۲ ص ۳۱۳)

''اشخاص کو (دین کے معاملے میں) معیار اور حجت بنانے سے بچو۔''

اسی مضمون کو ایک دوسرے مقام پر، حضرت علیؓ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

اِنَّ الحق لا یعرف بالرجال ۔ اعرف الحق ، تعرف اھلہ ۔(دعوت دین کے علمی تقاضے ص ۱۰۴)

''حق کو اشخاص کے ذریعے نہیں پہچانا جائے گا، بلکہ حق کے ذریعہ اشخاص کو پہچانا جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد۔

کتاب الٰہی کی سند کے بغیر، کسی انسان کے عمل میں کوئی اسوہ ونمونہ نہیں ہے اس بات کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس طرح واضح کرتے ہیں۔

اَلَا ! لَا یقلِّدنَّ احدکم دینہٖ رجلاً، ان اٰمَنَ اٰمَنَ، وان کفر ، کفر، فانہٗ لا اسوۃ فی البشر۔(اعتصام جلد ۲ ص ۳۱۳)

''خبردار! دین کے معاملے میں کوئی کسی کی بھی اندھی تقلید نہ کرے۔ اگر وہ مؤمن ہوا تو یہ مؤمن رہا۔ اور اگر وہ کافر ہوا تو یہ کافر ہوگیا۔ کیوں کہ انسان میں کوئی اسوہ اور نمونہ نہیں ہے۔''

امام شاطبیؒ کیا فرماتے ھیں؟

کتاب وسنت کی سند کے بغیر، عبادت کے معاملے میں عقیدت کی وجہ سے، کسی شخص کی مطلقاً اتباع اور اس کے عمل کو دین میں سند وحجت بنانا ہی، حقیقی گمراہی ہے۔ اس بات کو امام شاطبیؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

کان یری الانسان رجلاً یحسن اعتقادہٖ فیہ، فیفعل فعلاً محتملاً ان یکون مشروعاً اَوْ غیر مشروعٍ، فیقتدی بہٖ عَلیٰ الاطلاق و یعتمد علیہ فی التعبد ، ویجعلہٗ حجۃً فی دین اللہ ، فھٰذا ھو الضلال بعینہٖ۔(الاعتصام جلد ۲ ص ۱۵۶)

''انسان حسن عقیدت کی وجہ سے کسی شخص پر نظر جمائے دیکھتا رہتا ہے اور وہ ایسے مشتبہ عمل کرتا ہے جس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ فعل شریعت سے ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن وہ اس کی مطلقاً اتباع و پیروی کرنے لگتا ہے اور تعبدی امور (عبادات) میں اس پر اعتماد کرنے لگتا ہے۔ اسے (اور اس کے عمل کو) اللہ کے دن میں حجت ودلیل بنالیتا ہے۔ پس یہی عین ضلالت ہے۔''

حافظ ابن القیمؒ کیا فرماتے ھیں؟

بزرگوں کے فضل واحترام کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ دلیل شرعی کے بغیر، ان کی ہر بات کو ماننا، امت پر واجب ہو، اس بات کو حافظ ابن القیمؒ اس طرح واضح کرتے ہیں۔

ان فضلھم لا یوجب کل مَا قالوا۔(الاعتصام جلد ۲ ص ۱۵۶)

''ان کے فضل واحترام کے اعتراف کے باوجود، ان کی ہر بات ماننا واجب نہیں ہے۔''

حضرت ذوالنون مصریؒ کیا فرماتے ھیں ؟

عبادت کے معاملے میں امت کا سلف وصالحین کی معمولی خطاؤں کو دلیل وحجت بنانا ہی ،

گمراہی وفساد کے مختلف اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔اس بات کو حضرت ذوالنون مصریؒ یوں واضح کرتے ہیں۔

اتبعو اهواهم و نبذوا سنة نبيهم وراء ظهورهم ، وجعلوا قليل زلات السلف حجةً لا نفسهم و دفنو ا كثير مناقبهم ۔ (رسالہ قشیریہ جلد ۲ ص ۱۳۰)

''انہوں نے نبی کی سنت کو پس پشت ڈال کر، خواہشِ نفس کی پیروی کی۔اور سلف صالحین کی معمولی لغزشوں کو اپنے لئے دلیل وحجت بنالیا۔اوران کی بے شمار خوبیوں کو دفن کر کے بھلادیا۔''

حضرت مولانا رشید احمد گنگوهیؒ کیا فرماتے هیں ؟

جب ایک دینی مسئلے میں مولانا اشرف علیؒ تھانوی نے دلیلِ قرآن وسنت کے بجائے، اپنے اور مولانا گنگوہی کے پیرومرشد، حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے عمل کو، دلیل وحجت کے طور پر، مولانا گنگوہی کے سامنے پیش کیا کہ حضرت محترم اسے بدعت نہیں مانتے، تواس پر مولانا گنگوہیؒ نے ان کو جو جواب دیا وہ ملاحظہ ہو۔

''پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف امر شرع کے فرمادے گا تو اس کو تسلیم کرنا جائز نہ ہوگا۔ بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہوگا۔ کیوں کہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے۔اور شیخ معصوم نہیں ہوتے اور جب تک شیخ کسی مسئلے کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کردے۔مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں۔اس کی نظیریں احادیث میں بکثرت ملتی ہیں ایک نظیر بیان کرتا ہوں اس پر غور کیجئے۔''

''جب واقعۂ مسلیمہ میں، قراء بہت شہید ہوگئے اور حضرت عمرؓ کو اندیشہ ذہاب کثیر من القرآن کا ہوا۔انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔حضرت ابوبکرؓ نے بعد مباحثہ بسیار قول حضرت عمرؓ کو قبول فرمایا۔اوراس کا استحسان ان کے ذہن نشین ہوگیا۔اور دونوں کی رائے متفق ہو گئی۔اور سنیت بلکہ وجوب مقرر ہوگیا۔اور پھر زید بن ثابتؓ کو اس امر کے واسطے فرمایا۔تو باوجود اس بات کے کہ شیخینؓ، زید بن ثابتؓ سے علم وفضل میں بہت زیادہ تھے۔اور صحبت ان کی بہ نسبت زیدؓ کے طویل تھی۔اوران کے بارے میں حکم عام شارع علیہ السلام سے ہو چکا تھا۔مع ھذا زیدؓ

نے چونکہ اس امر کو محدث سمجھا تو یہی فرمایا (كيف تفعلون شيئًا لم يفعله رسول الله) (''یعنی آپ حضرات وہ کام کیسے کریں گے جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہے'') اوران کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہ کیا۔کیوں کہ ایجاد بدعت ان کے نزدیک سخت معیوب تھا۔اور شیخینؓ کو معصوم نہ جانتے تھے لہٰذا مناظرہ شروع کردیا۔مگر جس وقت حضرات شیخینؓ نے ان کو سمجھا دیا۔اور سنیت اس فعل کی زیدؓ کو واضح ہوگئی تو اس وقت بدل وجان قبول کر کے اس کی تعمیل میں مصروف ہوگئے۔بخاری میں تم نے خود پڑھا ہے زیادہ کیا لکھوں۔''

''پس ایسا بدست شیخ ہوجانا کہ مامور اور منہی کی کچھ تمیز نہ رہے یہ اہل علم کا کام نہیں ہے۔ لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق (حدیث)'' خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔یہ امر بھی عام ہے اس سے مخصوص نہیں۔''

''اور شیخ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کا واقعہ کہ مجلس سلطان المشائخ سے مجتنب رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ (فعل مشائخ سنت نباشد) مشائخ کا فعل سنت نہیں ہے۔'' آپ نے سنا ہوگا اور حضرت سلطان المشائخ کا اس پر یہ فرمانا کہ (نصیرالدین درست می گوید) یعنی نصیرالدین صحیح کہتے ہیں۔تصدیق تحریر بندہ کی کرتا ہے۔'' (تزکرۃ الرشید جلد ا ص ۱۲۲۔۱۲۳)

ایک دوسرے عالم کو جس نے ایک دینی مسئلے میں دلیل قرآن وسنت کے بجائے حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کے قول وعمل کو دلیل وحجت کے حیثیت سے پیش کیا تھا تو مولانا گنگوہیؒ نے یہ جواب دیا۔

''پھر حاجی صاحبؒ کسی دلیل شرعی کا نام نہیں ہے لہٰذا حاجی صاحب کا ذکر سوالات شرعیہ میں بے جا ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ جلد ا ص ۹۸)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ

محفل میلاد سنت ہے یا بدعت کی بحث میں جب مولانا محمد سمیع صاحب رام پوری نے دلیلِ قرآن

وسنت کے بجائے، ملاعلی قاریؒ، علامہ سیوطیؒ اور دوسرے بہت سے علماء کا نام دلیل وحجت کی حیثیت سے پیش کیا کہ یہ سارے علماء اس کو جائز کہتے ہیں اور محفلِ میلاد بشمول حرمین شریفین، دنیا کے تمام ممالک میں ہوتی ہے تو ان کی اس دلیل پر مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ان کو جواب دیا، وہ ملاحظہ ہو۔

''تمام بلاد میں اشتہار اس کا، کوئی دلیل شرعی نہیں، صلوٰۃ لیلۃِ البرأۃ اور الرغائب تمام دنیا میں شائع ہوئی اور بدعت ہی رہی۔ پس اشتہار امر غیر مشروع کا، موجب جواز کا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ملاعلی قاریؒ کا لکھنا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں یہ رائج ہے کوئی حجت شرعیہ نہیں۔ مانعین علماء تو کلیات نصوص اور جزئیات مجتہدین سے منع کو ثابت کرتے ہیں اور مؤلف کے پاس بجز اس کے کہ علماء دین نے جائز رکھا۔ محققان بالغ نظر نے درست جانا۔ فلاں شریک ہوا۔ فلاں کرتے رہے، کچھ حجت نہیں۔ اور یہ قول بعد ثبوت، ہرگز حجت شرعیہ نہیں ہو سکتا۔ اپنا دل خوش کرلو۔ مگر اہل علم کے نزدیک کوئی دلیل نہیں۔ جب نصوص اور اقوالِ مجتہدین سے بوجہ تقلید اور تعین کے بدعت ہونا، ان امور کا ثابت ہو گیا تو بمقابلہ اس کے، ملاعلی قاریؒ کا قول یا کسی اور کا قول قابل قبول نہیں، سب فضول ہے۔'' مزید بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ............

''قرآن وحدیث سے کچھ ثبوت نہیں۔ پس سب آپ کے علماء کا فتویٰ '' لَا یُعبَابِہٖ '' ہو گیا اور بدعت ہونا مقرر ہو گیا۔ اور حاضر ہونے مشائخ اور علماء کے کچھ حجت جواز کی نہ ہوگی۔ اگر کروڑوں علماء بھی فتویٰ دیویں بمقابلہ نص کے، ہرگز قابل اعتبار کے نہیں۔ ادلہ اربعہ سے بدعت ہونا اس کا ثابت ہو گیا۔ (''فَمَاذَا بَعْدَ الحَق اِلاَّ الضَّلَال'') یعنی حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے'' ....

''اب مؤلف ممالک کے شمار کر کے، اپنی کرم کہانی کہے جاوے۔ بندہ احقر پہلے ہی عرض کر چکا ہے کہ مؤلف کے پاس کوئی دلیل سوائے اس کے نہیں کہ تمام علماء کرتے رہے۔ اور بشرط ثبوت وتسلیم کوئی حجت شرعیہ نہیں۔ حجت وہ ہے جو ادلہ اربعہ سے پیدا ہووے۔ اور اگر قید اور تاکید کو یہ بدعت نہیں کہتے تو ہرگز ان کا قول معتبر نہیں۔''

(براہین قاطعہ ص ۱۶۵، بحوالہ موجودہ تبلیغی جماعت از مولانا فاروق احمد اترانوی)

علماء اور اللہ والوں کو خدا بنا لینے کا مفہوم کیا ہے؟

محترم مولانا نعمانیؒ بزرگان دین کی جس عقیدت میں یقین رکھتے ہیں اس میں عقیدتاً تو علماء اور بزرگان دین کے متعلق خطائے اجتہادی کا تصور موجود ہے۔ لیکن عملاً وہاں یہ تصور محال ہی نہیں، بلکہ شاید ناممکن ہے کہ جو بزرگ ہے اس سے خطائے اجتہادی کا ارتکاب بھی ہو سکتا ہے۔ اور جو خطائے اجتہادی کا مرتکب ہو، وہ بزرگ بھی ہو سکتا ہے۔ علماء اور اللہ والوں کی عقیدت میں یہی وہ غلو تھا جس میں نصاریٰ نے مبتلا ہو کر پورے دین کو بدعات سے بدل دیا۔ جس کو قرآن نے اس طرح مذمت فرمائی۔ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ ، اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (توبہ آیت: ۳۱)

''انہوں نے اپنے علماء اور اللہ والوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا ہے۔''

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؓ جو پہلے عیسائی تھے جب نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، تو انہوں نے نبی کریم سے پوچھا کہ سورہ توبہ کی اس آیت میں عیسائیوں پر اپنے علماء اور اللہ والوں کو خدا بنا لینے کا جو حکم لگایا گیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا'' کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ ان کے علماء اور اللہ والے حرام قرار دیتے ہیں اس کو یہ بھی حرام مان لیتے ہیں اور جو کچھ یہ لوگ حلال قرار دیتے ہیں اسے یہ حلال مان لیتے ہیں۔ عدی بن حاتم نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ضرور ہم کرتے ہیں''۔ اس پر آپ نے فرمایا'' بس یہی ہے ان کو خدا بنا لینا۔'' نبی ﷺ کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ کتاب وسنت کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لئے جائز وناجائز کے حدود متعین کرتے ہیں وہ بزعم خود دراصل خدائی کے مقام کے مدعی ہوتے ہیں۔ اور جو ان کے اس حق تشریع کو درست تسلیم کرتے ہیں وہ ان کو خدا بنا لیتے ہیں۔

قرآن کریم نے نبی کے واسطے سے نصاریٰ کو جن تین کلمہ سوا کی دعوت دی تھی اس میں ایک کلمہ سوا یہ تھا'' کہ ہم میں سے کوئی اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا رب بنائے۔'' اور نبی کریم ﷺ کو یہ حکم

دیا گیا تھا کہ اگر نصاریٰ اس دعوت سے کترائیں تو آپ ﷺ یہ اعلان کر دیں کہ پھر ''تم گواہ رہو کہ ہم تو اس فرمان الٰہی کے ماننے والے ہیں'' جس کا مطلب و تقاضا یہ تھا کہ اب مسلمان کتاب و سنت کی سند کے بغیر، کسی اجتہاد و رائے کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ مسلمانوں نے خود اس حکم قرآنی سے منہ موڑ لیا، جس کی دعوت کا قرآن نے ان کو مکلّف اور ذمہ دار بنایا تھا، پھر سے ارباباً من دون اللہ کی سنت جاہلیہ کو دین کا حصہ و جز بنالیا۔

بزرگوں کا احترام اور مولانا نعمانیؒ

بزرگوں کے احترام کے اس تصور نے مولانا نعمانیؒ کو ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے کہ یا تو وہ صحابۂ کرامؓ، تابعینؒ، علماء، وفقہاء، محدثین اور صوفیائے متقدمین، جو عبادات میں نبی کریم ﷺ کی سنت و طریقے پر اضافہ یا اس سے انحراف کو بالاتفاق بدعت کہتے ہیں۔ جن کی تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ ان سب کو فہم دین اور انبیاء کے طریق تعلیم و اصول تشریع سے ناواقف و نابلد مانیں یا بصورت دیگر مولانا اور ان کی محبوب شخصیتوں سے قیاس و تاویل کی کوئی چوک سرزد ہو رہی ہے۔ مولانا دونوں کو بیک وقت صحیح اور درست نہیں تسلیم کر سکتے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہم کا امت میں مقام

اور جہاں تک ان قابل احترام شخصیات کا معاملہ ہے ان کی دو جداگانہ حیثیتیں بالکل ایک دوسرے سے الگ اور نمایاں ہیں۔ بحیثیت مجدد، محدث اور عالم کے ان حضرات کا کام یقیناً کارتجدید ہے۔ پوری امت بجا طور پر ان حضرات کو مجدد دین امت میں شمار کرتی ہے اور ان کا امت پر یہ احسان عظیم ہے جس سے آنے والی نسلیں مستفید ہوتی رہیں گی اور جس کے احسان سے امت سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ لیکن بحیثیت مرشد اور شیخ کے ان حضرات کی تاویلات و اعمال میں کلام و گفتگو کی اچھی خاصی گنجائش ہے اور انہی بزرگوں کے اتباعِ بلاتحقیق کی وجہ سے، یہ باتیں برصغیر کے بیشتر علمائے حق میں پائی جاتی ہیں۔

دین اسلام نے بزرگوں اور علماء کے احترام کی جو تعلیم دی ہے اس کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک شخص مجدد، فقیہ، اور مصلح امت ہونے کے ساتھ ساتھ خطائے اجتہادی کا مرتکب بھی ہوسکتا ہے۔ اور اس کی اجتہادی خطا کی وجہ سے اس کے مرتبہ و احترام میں کوئی کمی یا فرق واقع نہیں ہوتا۔ اسلام میں معصوم عن الخطا صرف نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے باقی سارے علماء، فقہا و بزرگ اپنی اجتہادی خطاؤں و لغزشوں کے ساتھ ہی بزرگ و محترم ہیں۔

علماء اور اللہ والوں کے احترام کے حدود و آداب پر صحابہؓ و سلف کے اسوہ سے چند مثالیں

مناسب و ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آثار صحابہؓ و سلف صالحینؒ سے اس کی کچھ مثالیں پیش کر دی جائیں تا کہ اشکال رفع ہو کر بات پوری طرح واضح ہو جائے۔

چنانچہ جب جناب سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ اول منتخب کر لیا جاتا ہے تو آپ تذکیر و نصیحت کی غرض سے کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ:

ایها النـاس ! قد وليت عليكم ولَستَ بخيركم، فان احسنت فأعينوني. وان اَسأت فقوموني ،(مشاہد من حیاۃ الصدیق ص ۶۳)و(کنز الاعمال جلد ۵ ص ۲۲۸۲)

''اے لوگو! میں تمہارا ولی اور سردار بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے اچھا اور بہتر نہیں ہو۔ پس اگر میں نیک و بھلے کام کروں تو میری مدد تم پر ضروری ہے، اور اگر میں کوئی غلط راہ اختیار کروں تو تم پر لازم ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر قائم کر دو۔''

اسی تقریر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: **اطیعونی ما اطعت الله و رسولهٗ فِاذا عصیتُ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ، فلا طاعةَلی علیکم۔** (کنز الاعمال جلد ۵ ح۔ ۲۲۸۲)

''تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر قائم رہوں۔ اور جب

میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت واجب نہیں ہے۔''

سیدنا ابوبکر صدیقؓ جب کبھی کسی مسئلہ میں اجتہاد فرماتے تو ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرماتے کہ:

ھذا رائی فان یکن صواباً فمن اللہ و ان یکن خطاءً فمنی و استغفر اللہ۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۳۶)

'' یہ میری اجتہادی رائے ہے پس اگر یہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو میری خطا ہے اور میں اس غلطی کے لئے اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔''

حضرت عمرؓ خلیفہ ہونے کے بعد لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

'' اگر میرے اندر کوئی کجی اور ٹیڑھ دیکھنا تو مجھے سیدھا کر دینا۔''

عام مسلمانوں میں ایک شخص جواب دیتا ہے کہ اگر ہم نے تیرے اندر کوئی کجی دیکھی تو اپنی تلوار کی دھار سے تجھے سیدھا کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے اس جواب پر صرف اتنا فرمایا '' اللہ کا شکر ہے کہ جس نے عمرؓ کے ماتحتوں میں ایسے افراد پیدا کئے ہیں جو اسے اپنی تلوار کی دھار سے سیدھا کر سکتے ہیں۔'' (اسلام میں عدل اجتماعی ص ۲۵۵)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ تقریر کرنے کھڑے ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ '' لوگو سنو اور اطاعت کرو۔'' حاضرین میں سے سلمان نامی ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔ ہمارے اوپر آپ کی بات سننا اور اطاعت کرنا واجب نہ رہا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیوں؟ سلمان نے کہا، بتایئے کہ یہ کپڑا آپ نے کیسے بنوالیا؟ کیوں کہ کل جو ایک چادر آپ کے حصہ میں آئی تھی اس میں آپ جیسے لمبے آدمی کا کُرتا نہیں بن سکتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا۔ سلمان جلد بازی سے کام نہ لو۔ اس کے بعد آپ نے پکارا! اے عبداللہ! مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے پکارا۔ اے عبداللہ بن عمرؓ! وہ بولے! اے امیر المؤمنین! میں حاضر ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا؟ تمہیں خدا کا واسطے دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ کہ جس چادر کو میں نے تہہ بند بنایا ہے وہ تمہاری ہی چادر ہے کہ نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں!

تب سلمان نے کہا۔'' اب آپ حکم دیجئے، ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ (اسلام میں عدل اجتماعی ص ۲۵۶، از سید قطب شہیدؒ)

صحابۂ کرامؓ سے بڑھ کر مقدس ہستیاں اور کون ہوں گی۔ اور حضرات تابعینؒ سے بڑھ کر کس کے دل میں ان کا احترام ہوگا، مگر یہ لوگ آزادی کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی آراء پر قرآن وسنت کی روشنی میں نقد کرتے تھے۔ اور ان کے اختلاف میں محاکمہ کرتے تھے۔ اور دلیل قرآن وسنت کی بنیاد پر، ایک کی رائے کو چھوڑ کر دوسرے کی رائے کو قبول کرتے تھے، اختلافِ صحابہؓ میں امام مالکؒ کس صفائی سے کہتے ہیں کہ:

خطأً و صوابٌ فانظر فی ذلک (ابن عبدالبر فی الجامع جلد ۲ ص ۹۱ بحوالہ صلوۃ النبی)

'' خطا بھی ہے اور صواب بھی تم خود قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں غور کر کے ایک رائے کو دوسری پر ترجیح دو۔''

دین میں اجتہادی رائے کی حیثیت کے بارے میں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ:

لیس احد بعد النبی الا یوخذ من قولہ و یترک الا النبی (ابن عبدالبر فی الجامع جلد ۲ ص ۹۱ بحوالہ صلوۃ النبی)

'' نبی کریم کے علاوہ، ہر شخص کے اقوال میں سے کچھ کو قبول کیا جا سکتا ہے اور کچھ کو ترک۔''

صحابۂ کرامؓ کی مختلف اجتہادی آراء کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ:

احد القولین خطأً و الماثم فیہ موضوع۔

(صحابہؓ کے) دو مختلف اقوال میں سے، دلائل قرآن وسنت کے اعتبار سے ایک قول دوسرے قول کے مقابلے میں کمزور ہوگا۔'' (تفہیمات جلد ۱ ص ۱۱۱)

قرآن وسنت کی دلیل سے ہر کسی کی اجتہادی آراء کو قبول یا رد کرنے کی وہ واضح شاہراہِ ہدایت تھی۔ جس پر صحابۂ کرامؓ کے بعد، تابعینؒ، فقہاء، محدثین اور مجددینِ امت گامزن رہے۔ کیوں کہ صحابۂ کرامؓ نے انہیں اسی کی تعلیم وتربیت دی تھی۔

امام ابوحنیفہؒ اپنے قول کے ماخذِ شرعی کے علم کے بغیر اہل علم کو اسے قبول و اختیار کرنے سے منع کرتے ہیں۔

لا یحل لاحدان یا خذبقولنا مالم یعلم من این اخذناہ ، زاد فی روایۃ ، فاننا بشر ، نقول القول الیوم و نرجع عنہٗ غدًا۔ (ابن عبدالبر فی انتقاء بحوالہ صلاۃ النبی)

’’کسی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہمارے قول کو حجت و دلیل کے طور پر اختیار کرے۔ جب تک اسے یہ نہ معلوم ہو کہ ہم نے کن دلائلِ شرعیہ کی بنا پر اسے اختیار کیا ہے۔ (ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ) کیوں کہ ہم انسان ہیں، ایک بات آج کہتے ہیں اور کل اسی بات سے رجوع کر لیتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ جب میرا فتویٰ یا قول قرآن وسنت کے خلاف ہو تو اس کو ترک کر دو۔

اذا قلت قولاً، یخالف کتاب اللہ تعالیٰ وخبر الرسول فاترکوا قولی (الغلانی فی الایقاظ ص ۵۰)

’’جب میں کوئی ایسا فتویٰ دوں یا بات کہوں جو قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے تو میرے قول کو ترک کردو۔‘‘

دلیل قرآن وسنت کے اسی اصول کو امام مالکؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ: انما انا بشر، اُخطی واُصیب فانظروا فی رایی، فکلما وافق الکتاب والسنۃ فخذوہ وکلمالم یوافق الکتاب والسنۃ فاترکوہ۔

’’بلا شبہ میں انسان ہوں، میرا اجتہاد غلط بھی ہوسکتا ہے اور صحیح بھی۔ پس تم دلائل شرعی کی روشنی میں میرے اجتہاد پر غور کرو۔ اور جو کچھ قرآن وسنت کے موافق ومطابق ہوا، اسے لے لو۔ اور جو اس کے خلاف اور موافق نہ ہو اس کو ترک کردو۔‘‘

امام شافعیؒ اسی اصول وقاعدے کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

اذا رأیتمونی اقول قولاً، وقدصح عن النبی خلافہٗ ، فاعلموا ان عقلی قد ذہب ۔(ابن عساکر ۲ / ۳۶۳)

’’جب تم دیکھو کہ میں نے کوئی اجتہاد کیا ہے یا ایسی بات کہی ہے جو نبیؐ کی بات کے مطابق نہیں ہے، بلکہ نبی کریمؐ سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ تو جان لو کہ میری عقل ماری گئی ہے۔‘‘

اور امام شافعیؒ دلیل قرآن وسنت کے بغیر علم حاصل کرنے والوں کو اس طرح خبردار کرتے ہیں کہ:

کمثل الذی یطلب العلم بلا حجۃ کمثل حاطب لیل ، یحمل خرمۃ حطب و فیہ اَفعِیٌ تلدغہٗ و ہو لا یدری ۔ (تفہیمات از مودودی حصہ اول ص ۱۲۲)

’’جو شخص دلیل قرآن وسنت کے بغیر علم حاصل کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کے مانند ہے جو رات کو لکڑیاں چن رہا ہے۔ وہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھاتا ہے اور اس کو خبر نہیں ہوتی اس گٹھے میں سانپ بھی چھپا ہوا ہے جو اسے ڈس لے گا۔‘‘

انہیں تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید امام محمد بن حسنؒ اور ابو یوسفؒ نے تقریباً دو تہائی مسائل میں اپنے محترم استاد سے مختلف فتویٰ دیا۔ اور ایسا کرتے وقت ان حضرات کو ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ ہمارے اس اختلاف سے استادِ محترم کے فضل وشرف اور فہمِ قرآن وسنت پر حرف آجائے گا۔ مسائل میں قرآن وسنت کے دلائل کی بنیاد پر، اپنے محترم استاد سے اختلاف کے باوجود، وہ استادِ محترم کو اپنا امام اور وقت کا سب سے بڑا فقیہ بھی مانتے رہے۔ امام مالکؒ کے شاگرد رشید امام شافعیؒ نے دلیل قرآن وسنت کی بنیاد پر، اپنے استادِ محترم سے مختلف مسائل میں اتنا اختلاف کیا کہ فقہ مالکی کے ساتھ ساتھ شافعی ایک الگ مسلک ہو گیا۔ لیکن اس اختلاف رائے کے باوجود، جب امام شافعیؒ اور امام محمد بن حسنؒ کے درمیان اس سوال پر بحث ہوئی کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ، دونوں میں بڑا عالم اور فقیہ کون ہے؟ تو امام شافعیؒ نے محمد بن حسنؒ سے سوال کیا کہ ’’میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ سنت رسول اللہ ﷺ کو زیادہ جاننے والا کون ہے؟ امام مالکؒ یا امام ابوحنیفہؒ ؟

امام محمد بن حسنؒ نے جواب دیا کہ امام مالکؒ، لیکن امام ابوحنیفہ فکر و قیاس میں ان سے بڑھے

ہوئے ہیں۔

امام شافعیؒ نے اعتراف کرتے ہوئے فرمایا۔ ہاں صحیح ہے! لیکن امام مالکؒ کتاب اللہ کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ جاننے والے ہیں امام محمد بن حسنؒ یہ سن کر خاموش ہوگئے (الانتقاء، ص، ۱۳۳)

امام شافعیؒ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ میرے استاد محترم ہیں، میں نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔ علماء کا جب ذکر کیا جائے تو وہ ستارے کے مانند ہیں۔ میرے نزدیک ان سے زیادہ کوئی مستند اور معتبر نہیں۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ امام مالکؒ کی طرف سے جب کوئی حدیث آئے تو اسے مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ ان کو جب اور جس حدیث میں شک ہوتا ہے تو وہ اس کو مکمل چھوڑ دیتے تھے۔ (الانتقاء ص ۱۴۰)

امام شافعیؒ کا امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ایک مقولہ بہت مشہور ہے کہ ”فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔“ (الانتقاء ص ۱۴۱)

قاضی عیاضؒ المدارک میں لکھتے ہیں کہ: امام لیث بن سعدؒ نے کہا کہ ایک دن میں نے مدینہ منورہ میں امام مالکؒ سے ملاقات کی اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابوحنیفہؒ سے گفتگو کر کے میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اے مصری! وہ واقعی فقیہ ہیں۔

امام لیث بن سعدؒ مصری کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات کی۔ اور کہا کہ امام مالکؒ نے آپ کے بارے میں کتنی اچھی بات کہی ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ”صحیح جواب اور بھرپور تنقید میں، میں نے ان سے تیز وطرار آدمی نہیں دیکھا۔“ (الانتقاء ص ۱۳۲)

امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کو اپنا امام سمجھتے تھے اور ان کا بہت زیادہ احترام بھی کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود مختلف مسائل میں، دلیل قرآن وسنت کی روشنی میں ان سے اختلاف بھی کرتے تھے۔ چنانچہ صالح بن احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ:

یحییٰ بن معینؒ نے اپنی ایک ملاقات میں مجھ سے کہا کہ آپ کے والد شرماتے نہیں، کہ وہ کیا کر رہے

ہیں؟ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ امام شافعیؒ سوار ہیں اور یہ ان کی سواری کی لگام تھامے ہوئے پیدل چل رہے ہیں۔ یہ بات میں نے والد محترم سے پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ اب جب ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہنا کہ میرے والد کہہ رہے تھے کہ اگر فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور دوسری طرف سے اس سواری کی لگام تھام لو۔ (الانتقاء: ص ۱۴۹)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا۔ جس میں کسی حدیث کا مجھے علم نہ ہوتا، تو کہہ دیتا کہ امام شافعیؒ یہ کہتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ قریش کے امام وعالم ہیں۔ (الانتقاء ص ق ۱۵۱)

داؤد بن علی اصفہانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن راہویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے مکہ مکرمہ میں احمد بن حنبلؒ ملے اور کہا کہ آیئے میں آپ کو ایک ایسا آدمی دکھاؤں کہ آپ کی آنکھوں نے ویسا آدمی نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے امام شافعیؒ کو دکھایا۔ (الانتقاء: ص ۱۵۲)

آخری بات

دلیل قرآن وسنت کی بنیاد پر بزرگوں اور اللہ والوں سے اختلاف کے باوجود ان کے فضل و شرف کا اعتراف اور ان کے احترام کی تعلیم، وہ واضح شاہراہِ ہدایت، جس کی رہنمائی وتعلیم، صحابہ کرامؓ، فقہاءؒ، علماءؒ اور مجددینؒ امت نے ہمیں دی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی کسی شخص کے لئے عموماً اور کسی عالم کے لئے خصوصاً اس بات کی گنجائش اور موقع باقی رہتا ہے کہ وہ ان تعلیمات کو پس پشت ڈال دے۔ اور اپنے علمِ قرآن وسنت کو حجت اور دلیل بنانے کے بجائے، بزرگان دین اور اللہ والوں کی علمی لغزشوں وخطاؤں کو دین میں حجت ودلیل بنائے۔ اور اسے سنت ثابت کرنے کے لئے دلیلِ شرعی کی تلاش وضع کی کوشش کرے؟

زیر اہتمام: محمد صدیق قریشی
Pixel Arts Mobile: 9820790615
Printed at: Fatima Printers
Tilak Nagar, Saki Naka Mumbai - 400070